مولانا محمد جسیم الدین قاسمی سیتامڑھی

انسانی حقوق اسلامی تناظر میں

حرفِ اول: اصل موضوع کو زیر بحث لانے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل مغرب کے تصور حقوق انسانی اور ان کے یہاں اس کے ارتقاء کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیا جائے تا کہ یہ آشکارا ہو جائے کہ اسلام کا تصور حقوق انسانی جامع و ہمہ گیر ہے۔ یا اہل مغرب کا تصور حقوق انسانی جو صرف نعرے کی حد تک حقوق کے علم بردار اور تنہا حقوق انسانی کے محافظ و نگہبان ہونے کے دعویدار ہیں۔

مغرب میں حقوقِ انسانی کی تاریخ: اہل مغرب عام طور پر یورپ میں حقوقِ انسانی کی تاریخ کو پانچویں صدی قبل مسیح کے یونان سے جوڑتے ہیں اور اس ضمن میں ''افلاطون'' اور ''ارسطو'' کو اس تصور کا ماخذ و منبع سمجھتے ہیں۔ سید صدر الدین پاکستانی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''بنیادی حقوق'' میں رقم طراز ہیں:

''بنیادی حقوق کی جدوجہد کا اصل آغاز گیارہویں صدی میں برطانیہ سے ہوا جہاں ۱۰۳۷ء میں کانریڈ ثانی (Conred II) نے ایک منشور جاری کر کے پارلیمنٹ کے اختیارات متعین کیے۔ اس منشور کے بعد پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات میں توسیع کی کوششیں شروع کیں ۱۱۸۸ء میں الفانسو نہم (Alfons IX) سے قانون حبس بے جا تسلیم کرایا گیا۔ ۱۵رجون ۱۲۱۵ء کو میگنا کارٹا (Magna Carta) جاری ہوا جسے ''منشور آزادی'' قرار دیا گیا' اس میں شک نہیں کہ Magna carta برطانیہ میں ''بنیادی حقوق'' کی اہم ترین اور تاریخ ساز دستاویز ہے' لیکن اس کا یہ مفہوم بہت بعد میں اخذ کیا گیا ہے۔ اس وقت اس کی حیثیت امراء (Baron) اور شاہ جان (king John) کے درمیان ایک معاہدہ کی سی تھی' جس میں امراء کے مفادات کا تحفظ کیا گیا تھا' عوام کے حقوق سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا'' ہنری مارش' (Henry Marsh) کہتا ہے کہ ''بڑے بڑے جاگیرداروں کے ایک منشور کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

Henry Marsh "Documants of Liberty" David and charies new Town Abbot England (1971)p.51

۱۳۵۵ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے میگنا کارٹا کی توثیق کرتے ہوئے قانونی چارہ جوئی (Ue Process of Law) کا قانون منظور کیا' جس کے تحت کسی شخص کو عدالتی کاروائی کے بغیر زمین سے بے دخل یا قید نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ اسے سزائے موت دی جا سکتی تھی۔

چودہویں سے سولہویں صدی تک یورپ پر میکیاولی کے نظریات کا غلبہ رہا' جس نے آمریت کو استحکام بخشا اور بادشاہوں کے ہاتھ مضبوط کئے اور حصول اقتدار کو حاصل زندگی بنادیا' سترہویں صدی میں انسان کے فطری حقوق کا نظریہ پھر پوری قوت سے ابھرا' ۱۸۸۹ء میں پارلیمنٹ نے برطانیہ کی دستوری تاریخ کی اہم ترین دستاویز'' قانون حقوق'' (Bill of Right) منظور کی بقول لارڈ ایکٹن (Lord Acton) یہ انگریز قوم کا عظیم ترین کارنامہ ہے۔ ۱۶۹۰ء کے جواز میں اپنی کتاب (Tieties on cing Government) تصنیف کی' جس میں معاہدہ عمرانی کا نظریہ پیش کیا اورفرد کے حقوق پر بڑی مدلل بحث کی۔۱۷۶۲ء میں مشہور فرانسیسی مفکر روسو(Reusseave) نے معاہدہ عمرانی کے زیرعنوان ایک کتاب لکھی' جس میں ہابس اور لاک کے پیش کردہ ''معاہدۂ عمرانی'' کا ایک نئے زاویہ سے جائزہ لیا گیا' اس نے ہابس کے مقتدر اعلیٰ اور لاک کی جمہوریت کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ۱۲رجون ۱۷۷۶ء کو امریکی ریاست ورجینا(Virginia) سے جارج میسن (Gaorge Mason) کا تحریر کردہ منشور حقوق جاری ہوا' جس میں پریس کی آزادی' مذہب کی آزادی اور عدالتی چارہ جوئی کے حق کی ضمانت دی گئی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور متعدد نئے یورپی ممالک کے دساتیر میں بنیادی حقوق شامل کئے گئے۔ ۱۹۴۰ء میں مشہور ادیب ایچ' جی ویلز (H.G.Wells) نے کانگریس سے چار آزادیوں کی حمایت کرنے کی اپیل کی' اگست ۱۹۴۱ء میں منشور اوقیانوس(Atlanitc Charter) پر دستخط ہوئے' جس کا مقصد قول چرچل ''انسانی حقوق '' کی علم برداری کے ساتھ جنگ کا خاتمہ تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد تحریری دساتیر میں بنیادی حقوق کی شمولیت مزید نمایاں ہوگئی' فرانس نے اپنے ۱۹۴۶ء کے دستور میں ۱۸۸۹ء کے منشور انسانی حقوق کے لئے کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں بالاخر ۱۰ ردسمبر ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کے حوالے سے عالمی منشور کا اعلان کیا' جس میں وہ تمام حقوق سمیٹنے کی کوشش کی گئی جو مختلف یورپی ممالک کے دساتیر میں شامل تھے۔ جنرل اسمبلی میں رائے شماری کے وقت اس منشور کے حق میں ۴۸ ووٹ آئے' ۸ ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا جن میں روس بھی شامل تھا۔ (۱)

اس منشور پر عمل درآمد کی صورتِ حال کا جائزہ لینے اور ان کے تحفظ یا نئے حقوق کے تعین کیلئے اپنی تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک مستقل کمیشن برائے حقوق انسانی بھی قائم کردیا گیا' یہ اور بات ہے عملاً سو فیصد کامیابی ہنوز نہیں ملی ہے۔

<u>انسانی حقوق کا عالمی منشور:</u> اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ ردسمبر ۱۹۴۸ء کو انسانی حقوق سے متعلق جس عالمی منشور کا اعلان کیا وہ تیس دفعات پر مشتمل ہے۔ مختصر تمہید کے بعد دفعات کا تذکرہ یوں ہے:

۱۔ تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں امتیازات وحقوق کے معاملے میں مساوی الحیثیت ہیں۔

۲۔ ہر فرد و نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دوسرے نظریات قومی و سماجی حیثیت، املاک، پیدائش یا کوئی اور حیثیت وجہ امتیاز نہیں بن سکتی۔

۳۔ ہر فرد کو زندہ و آزاد رہنے اور اپنی جان کی حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے۔

۴۔ کسی بھی شخص کو نہ غلام بنایا جائے گا اور نہ محکوم رکھا جائے گا۔ غلامی اور غلاموں کی تجارت اپنی تمام شکلوں میں ممنوع ہوگی۔

۵۔ کسی بھی شخص کو تشدد، ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ ہی کسی کے ساتھ تذلیل آمیز برتاؤ کیا جائے گا۔

۶۔ ہر فرد کو قانون کی نظر میں بحیثیت فرد ایک تسلیم شدہ حیثیت حاصل ہوگی۔

۷۔ قانون کی نگاہ میں سب کی حیثیت مساوی ہوگی اور انہیں کسی امتیاز کے بغیر یکساں قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔

۸۔ ہر فرد کو آئین یا قانون کے ذریعے ملنے والے بنیادی حقوق کے منافی قوانین کے خلاف با اختیار قومی ٹربیونل کے ذریعے موثر چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا۔

۹۔ کسی بھی فرد کو بلا جواز گرفتاری، نظر بندی یا جلاوطنی کی سزا نہیں دی جائے گی۔

۱۰۔ ہر شخص کو اپنے بنیادی حقوق و فرائض کے تعین یا اپنے خلاف عائد کردہ الزامات سے برأت کے لئے آزاد و خود مختار اور غیر جانبدار ٹربیونل کے ذریعے کھلی اور منصفانہ سماعت کا یکساں حق حاصل ہوگا۔

۱۱۔ (الف) کسی تعزیری جرم کی صورت میں ہر فرد کو اس وقت تک بے قصور سمجھے جانے کا حق حاصل ہوگا، جب تک ایسی کھلی عدالت میں اسے قانون کے مطابق مجرم ثابت نہ کر دیا جائے، جہاں اسے اپنی صفائی کی تمام ضمانتیں فراہم کی گئیں ہوں۔

(ب) کسی فرد کو کسی ایسے ارادی یا غیر ارادی فعل کی بنیاد پر قابل تعزیر جرم کا مرتکب قرار نہیں دیا جاسکتا جو فی الواقع یا بین الاقوامی قانون کے تحت قابل تعزیر نہ ہو۔

۱۲۔ کسی بھی فرد کی خلوت، خاندانی امور، گھریلو زندگی اور خط و کتابت میں مداخلت نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے گا۔

۱۳۔ (الف) ہر فرد کو اپنی ریاست کی سرحدوں میں نقل و حرکت اور رہائش کی مکمل آزادی کا حق حاصل ہوگا۔

(ب) ہر فرد کو بیرون ملک جانے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہوگا۔

۱۴۔ (الف) ہر فرد کو ظلم و تشدد سے بچنے کے لئے دوسرے ممالک میں پناہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔

(ب) غیر سیاسی جرائم یا اقوام متحدہ کے اصول و مقاصد کے منافی اعمال کے سلسلے میں مقدمات سے بچنے کے لئے یہ حق قابل استعمال نہیں ہوگا۔

۱۵۔ (الف) ہر فرد کو شہریت حاصل کرنے کا حق ہوگا۔

(ب) کسی فرد کو بلا جواز اس کی شہریت سے محروم نہیں کیا جائیگا' اور نہ شہریت کی تبدیلی کا حق سلب کیا جائے گا۔

۱۶۔(الف) ہر بالغ مرد اور عورت کو بلا امتیاز نسل' شہریت یا عقیدہ شادی کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہوگا۔

(ب) خاندان: معاشرہ کا بنیادی اور فطری حصہ ہے جو ریاست کی طرف سے مکمل تحفظ کا مستحق ہے۔

۱۷۔ (الف) ہر فرد کو تنہا یا دوسرے کے ساتھ ملک کر جائیداد رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔

(ب) کسی کو بلا جواز اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۔ ہر فرد کو فکر و خیال' ضمیر اور عقیدے کی آزادی حاصل ہوگی اور اس میں تبدیلی عقیدہ' اظہار عقیدہ' تبلیغ عقیدہ اور عبادت کا بھی حق شامل ہے۔

۱۹۔ ہر فرد کو اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے اس میں کسی مداخلت کے بغیر کوئی بھی رائے رکھنے' کسی بھی ذریعہ سے اور سرحدوں کا لحاظ کئے بغیر خیالات و معلومات حاصل کرنے اور پہنچانے کا بھی حق شامل ہے۔

۲۰۔ (الف) ہر فرد کو پر امن اجتماع و تنظیم کا حق حاصل ہے۔

(ب) کسی کو کسی خاص تنظیم سے وابستہ ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

۲۱۔ (الف) ہر فرد کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا منتخب نمائندوں کے ذریعے شرکت کا حق ہے۔

(ب) ہر فرد کو اپنے ملک کی سرکاری ملازمت کے حصول کا مساوی حق حاصل ہے۔

(ج) حکومت کے اختیار کی اصل بنیاد عوام کی خواہش و مرضی ہوگی' جس کا اظہار انتخابات کے ذریعہ آزادانہ رائے شماری اور خفیہ رائے دہی کی صورت میں ہوگا۔

۲۲۔ ہر فرد کو اپنی باوقار زندگی اور تعمیر شخصیت کیلئے سماجی تحفظ کا حق حاصل ہوگا' اور وہ قومی مساعی اور بین الاقوامی تعاون کے ذریعہ اور ہر ریاست کے وسائل کے مطابق معاشی' معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا مستحق ہوگا۔

۲۳۔ ہر فرد کو کام کرنے' اپنی پسند کا پیشہ منتخب کرنے' بہتر اور منصفانہ شرائط پر کام حاصل کرنے اور بیروزگاری سے تحفظ پانے کا حق حاصل ہوگا۔

(ب) ہر فرد کو بلا امتیاز یکساں کام کی یکساں اجرت ملے گی۔

(ج) ہر فرد کو بہتر اور منصفانہ معاوضہ حاصل کرنے کا حق ہے جو اس کی ذات اور اس کے خاندان کیلئے باعزت زندگی بسر کرنے کی ضمانت فراہم کرسکے اور ضروری ہو تو اس کے سماجی تحفظ کے لئے کچھ دوسرے ذرائع بھی مہیا کئے جائیں۔

(د) ہر فرد کو اپنے مفادات کے لئے ٹریڈ یونین بنانے اور ان میں شامل ہونے کا حق حاصل ہوگا۔

۲۴۔ ہر فرد کو راحت و آرام' تفریح' اوقات کار کے معقول تعین اور تنخواہ کے ساتھ چھٹیوں کا حق ہوگا۔

۲۵۔ ہر فرد کو اپنی اور اپنے اہل خاندان کی صحت وخوشحالی کے لئے معقول معیار زندگی برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے۔ جس میں خوراک' لباس' رہائش' طبی امداد ضروری سروس' بیروزگاری' بیماری' معذوری' بیوگی' بڑھاپے اور اس نوعیت کے دوسرے حالات میں تحفظ حاصل ہوگا۔

۲۶۔ ہر فرد کو حصول تعلیم کا حق حاصل ہے۔

(ب) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی مکمل تعمیر اور انسانی حقوق و آزادیوں کے احترام کو مستحکم بنانا ہوگا

(ج) والدین کو اپنے بچوں کے لئے نوعیت تعلیم کے انتخاب کا حق حاصل ہوگا۔

۲۷۔ ہر فرد کو معاشرہ کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے' علوم وفنون سے لطف اندوز ہونے اور سائنسی ترقی کے ثمرات سے متمتع ہونے کا حق ہے۔

(ب) ہر فرد کو اپنی سائنسی' ادبی' یا فنی تخلیقات کے اخلاقی و مادی ثمرات کے تحفظ کا حق حاصل ہوگا۔

۲۸۔ ہر فرد ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی ماحول میں زندگی بسر کرنے کا مستحق ہے جس میں منشور کے ان حقوق اور آزادیوں سے بہرور ہونے کی ضمانت ہو۔

۲۹۔ ہر فرد اس معاشرے کی طرف ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں جس میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور مکمل نشوونما ممکن ہے۔

(ب) اپنے حقوق اور آزادیوں کے سلسلے میں ہر شخص صرف قانون کی عائد کردہ ان پابندیوں کے دائرہ میں رہے گا' جن کا مقصد دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے احترام کو یقینی بنانا ہے۔

(ج) ان حقوق اور آزادیوں کو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے منافی استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

۳۰۔ اس منشور کے کسی بھی حصے کی ایسی تعبیر نہیں کی جاسکے گی جس کا مقصد کسی بھی ریاست' گروپ یا فرد کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے کا حق دلاتا ہو' جس کے ذریعے وہ ان متعین حقوق اور آزادیوں کا ہی صفایا کردے۔ [۲]

یہ ہے دنیا کا وہ جدید ترین منشور جہاں دنیا کی تمام قوموں نے مختلف علاقائی' قومی الہامی' غیر الہامی قوانین و دساتیر کو سامنے رکھ کر مرتب کیا' اور جس کو آخری شکل پائے ہوئے پچاس سال سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے۔ مگر مذکورہ بالا عالمی منشور' معنویت' نفاذ اور دائرہ عمل کے لحاظ سے آج تک تشنہ ہے' جس کا احساس خود مغربی مفکرین کو بھی ہے۔

۱۹۷۰ء میں رابرٹ ڈیوی اپنی تشویش کا اظہار اس طرح کرچکے ہیں:

''تقریباً دو سال قبل انقلابی ہنگامہ آرائیوں کے موقعہ پر جو آج کی ہنگامہ آرائیوں سے مختلف نہ تھیں۔ تھامسن پین نے اپنے ہم عصر لوگوں کے دیدۂ کور کو ایک تلخ حقیقت سے آشنا کیا۔ اس نے کہا تھا: ''آزادی دنیا

کے گرد بھاگتی ہے' اس مفرور کو پکڑو اور انسانیت کیلئے ہروقت ایک پناہ گاہ تیار کرو' آج ہزاروں چکنی چپڑی باتوں' ہزاروں اعلانات اور منشوروں کے بعد بھی آزادی ہنوز عنقا ہے' امریکہ ہو یا روس' پرتگال ہو' یا انگولا' انگلستان ہو' یا رہوڈیشیا' بوسٹن ہو' یا مسس پپی اس کا کہیں نام ونشان نہیں۔''(۳) ایک مبصر نے یہاں تک کہا ہے کہ:''عالمی منشور انسانی حقوق کے حوالے سے ایک خوش نما دستاویز سے زیادہ کچھ نہیں اس میں حقوق کی ایک فہرست تو مرتب کردی گئی ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک حق بھی اپنے پیچھے قوت نافذہ نہیں رکھتا۔''(۴) ان تبصروں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر انسان کی اجتماعی کوششیں بھی اس کے لئے پُروقار اور آبرومندانہ زندگی کو ضمانت مہیا نہ کرسکیں۔

انسانی حقوق اور عصر حاضر موجودہ دور میں حقوق انسانی کا نعرہ دراصل ایک فیشن بن گیا ہے ہر ملک اور ہر گروہ اپنے مفاد کے مطابق حقوق انسانی کی تشریح کرتا ہے' جو بات اس کے مفاد میں ہوتی ہے اسے اپنا لیتا ہے اور جو اس کے مفاد کے خلاف جاتی ہے اس پر تنقید کرتا ہے۔ زیرنظر مقالہ میں انسانی حقوق کی مختصر تاریخ اور موجودہ صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کرنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے کہ حقوق انسانی کی پوزیشن اسلام میں کیا ہے۔ اسلام اور حقوق انسانی کے حوالے سے آج کل مغربی میڈیا میں جو منفی رویہ پایا جاتا ہے اس کی بازگشت کی حقیقت کیا ہے۔

اسلام کا تصور حقوق انسانی: موجودہ دنیا میں ہر انسان بہت سے اجتماعی رشتوں سے وابستہ ہے ایک طرف تو وہ وسیع تر عالم فطرت سے جڑا ہوا ہے اور دوسری طرف انسانی سماج سے آدمی اپنی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے اس میں سارے عناصر کا لازمی حصہ شامل رہتا ہے' کوئی انسان اس پر قادر نہیں کہ وہ اپنے ماحول سے آزاد ہوکر محض اپنی ذات سے کوئی قابل قدر چیز حاصل کرسکے۔...... انسان طبعاً معاشرت پسند ہے اس کی گروہی جبلت اسے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر مجبور کرتی ہے' وہ اپنی پیدائش سے لے کر تادمِ زیست بے شمار افراد کی خدمات' توجہات' امداد اور سہاروں کا محتاج ہے' اپنی پرورش' خوراک' لباس' رہائش اور تعلیم وتربیت کی ضروریات ہی کے لئے نہیں' بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں کے نشوو ارتقاء اور ان کے عملی اظہار کے لئے بھی وہ اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے' یہ اجتماعی زندگی اس کے گرد تعلقات کا ایک وسیع تانابانا تیار کرتی ہے۔ خاندان' برادری' محلے' شہر' ملک اور بحیثیت مجموعی پوری نوع انسانی تک پھیلے ہوئے تعلقات کے یہ چھوٹے بڑے دائرے اس کے حقوق وفرائض کا تعین کرتے ہیں۔

اسلام کا تصور حقوق انسانی کامل ومکمل ہے جو نوع انسانی کی وحدت' مساوات اور اخوت اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہے' اسلامی معاشرے میں فرد کی حیثیت اس کی پیدائش' نسل' ذات یا طبقہ سے متعلق نہیں ہوتی' بلکہ تقویٰ اور خیر سے کی جاتی ہے' اسلامی ریاست کا ہر شہری خواہ وہ مسلمان ہو' یا غیر مسلم' زندگی کے وسائل' شہری حقوق اور سیاسی عمل کی شراکت میں عدل وانصاف کا مستحق ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی بڑی اہم ہے کہ اسلامی قانون میں سربراہ مملکت بھی مستثنیٰ نہیں ہے' قانون کی نگاہ میں خلیفہ' حکمراں اور ایک عام شہری یکساں حیثیت کے مالک ہیں' اسلام نے انسانوں کو

جو فطری حقوق دیئے ہیں' وہ ہر لحاظ سے حاوی اور نہایت جامع اور بامعنی ہیں'ان میں انسانی نفسیات' رجحانات' ضروریات اور تقاضوں کی مکمل رعایت موجود ہے'اس کی کسی دفعہ پر جانب داری یا معیار اعتدال سے گرے ہونے کا الزام نہیں لگایا جاسکتا'اسلام نے بحیثیت انسان پوری انسانی برادری کے ساتھ یکساں معاملہ کیا ہے۔انفرادی زندگی کے دائرے میں وہ ہر فرد کو اتنا کچھ سامانِ حیات فراہم کر دینا چاہتا ہے جس کی مدد سے وہ صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزار سکے اور اجتماعی دائرہ حیات میں اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسا معاشرہ وجود میں آئے' جس کی ساری توانائیاں انسانیت کی مجموعی ترقی میں صرف ہوں اور قافلہ ءانسانیت تہذیب اسلام کے نظریہ حیات کی روشنی میں رواں دواں رہے۔

انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات: اسلام زندگی کا ایک عملی نظام ہے اور اس دنیا کے تمام اور جملہ مسائل پر حاوی ہے اور انکا کوئی پہلو اس کی گرفت سے آزاد نہیں وہ انسانی زندگی کے تمام تعلقات و روابط کو منضبط کرتا ہے خواہ وہ مسائل سیاسی ہوں' یا اقتصادی و معاشرتی ان کیلئے موزوں ضابطے اور قواعد مرتب کر کے انہیں عملاً نافذ کرتا ہے'اسلام کے اس کارنامے کی نمایاں ترین خوبی یہ ہے کہ وہ اس طرح سے فرد اور اجتماع' عقل اور وجدان' عمل اور عبادت' زمین اور آسمان اور دنیا وآخرت کے درمیان منفرد نوعیت کی ہم آہنگی اور توازن پیدا کر کے یہ تعلیم دیتا ہے کہ روئے زمین کا خلیفہ انسان کے ہونے کی نسبت سے قابل احترام ہے۔اور اس سے ظلم وعدوان کو دور کرنا' اسکے دکھ درد میں کام آنا ہی انسانیت کی شرافت ہے' قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بحیثیت انسان مخاطب کرتے ہوئے اسکے اہم ترین مسائل کو حل کرنے کا راستہ بتایا ہے'ان مسائل میں یہ مسئلہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنے دیگر انسانی بھائیوں کیساتھ کیا رویہ اپنائے۔

یہ سبھی لوگ جانتے ہیں کہ انسانوں کا پیدا کرنے والی ایک ہی ذات ہے اور انسانی جان بھی ایک ہی ہے' جس سے اس کا جوڑا پیدا کیا گیا اور پھر اس سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں نمودار ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو چیزوں کے بارے میں ڈرنے اور لحاظ کرنے کا حکم دیا: ایک تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور دوسرے رشتے' رشتوں کا اطلاق اس انسانی سلسلہ پر ہوتا ہے جو تمام انسانوں کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے' چاہے ان کے درمیان زمان ومکان کی دوری ہو' خواہ ان کی زبانیں اور رنگ جتنے بھی مختلف ہوں اور چاہے ان کے سماجی واقتصادی حالات میں جتنا بھی فرق ہو'بنی نوع انسانی کو بلا تخصیص مذہب وملت اس کا پابند بنایا گیا کہ وہ انسانی اخوت اور باہمی تکافل سے غافل نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمہ وقت اس کی نگرانی کر رہا ہے۔......درحقیقت اسلام حقوق انسانی کا بہت وسیع تصور رکھتا ہے'اسلامی نقطہ نظر سے اس میں وہ تمام حقوق شامل ہیں جو حالت جنین سے لے کر زندگی کے آخر مراحل تک بلکہ قبر کی مٹی میں حلول کرنے تک بحیثیت انسان ایک شخص کے لئے قرآن وسنت سے ثابت ہیں' یہ شریعت اسلامیہ کے پورے مجموعہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور قانون کسی خاص شاخ یا شق میں محدود نہیں ہیں' اجتماعی زندگی میں انسان مختلف حیثیتوں یا رشتوں سے ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے اور ایک دوسرے پر بہت سے حقوق بھی لاتا ہے'اسلام کا تصور حقوق انسانی ان تمام سے بحث کرتا ہے۔

<u>کمزوروں کی نصرت ومدد:</u> اسلام میں اس پر بہت زور دیا گیا ہے کہ جن لوگوں کے پاس مال ودولت ہے وہ اس کو صرف اپنی ذات کیلئے خاص نہ کرلیں' بلکہ اسے دوسروں پر خصوصاً کمزور' بے سہارا معذور لوگوں پر خرچ کریں' اس کا سبب ایک حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تم کو جو مدد ملتی ہے اور جو رزق تمہارے پاس پہنچتا ہے وہ تمہارے کمزوروں ہی کے سبب پہنچتا ہے محسن انسانیت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "عن مصعب بن سعد قال رأى سعد أن له فضلا على من دونه فقال رسول الله ﷺ هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم. (۵) حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت سعد نے خیال کیا کہ انہیں ان سے کم تر درجہ کے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو جو مدد ملتی ہے اور تم کو جو رزق پہنچتا ہے وہ فقراء ہی کی وجہ سے۔ ایک دوسری روایت میں اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فقراء اور غرباء کی فضیلت واہمیت کو ان الفاظ میں بتلایا: "رب أشعث مدفوع بالأبواب لو أقسم على الله لأبره" (۶) بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے بھگایا ہوا اگر کسی چیز کے بارے میں قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسے قسم میں حانث نہ ہونے دیگا۔ اس حدیث شریف کی تشریح میں علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں: "أى لاقدر له عند الناس فهم يدفعونه عن أبوابهم ويطردونه عنهم احتقاراً له أقسم على الله إى لو حلف على الله على وقوع شيء أوقعه إكراماً له بإجابة سواله وصيانة من الحنث في يمينه وهذا المعظم منزلة عند الله تعالىٰ وان كان حقيراً عند الناس" (۷)

یعنی ان کی کوئی قدر نہیں ہے لوگوں کے نزدیک تو وہ اسے اپنے دروازوں سے دھتکار دیتے ہیں اسے حقیر سمجھتے ہوئے' حالانکہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسے قسم میں حانث ہونے سے بچالے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے مرتبہ کی بلندی کی وجہ سے ہے اگرچہ لوگوں کے نزدیک وہ بے حیثیت ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ انسانوں میں کسی کے پاس زیادہ مال ہوتا ہے اور کسی کے پاس کم' اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب فطرت کا وہ نظام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے تحت قائم کیا ہے یہ دنیا آزمائش کے لئے بنائی گئی ہے' اس امتحانی مصلحت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کے درمیان فرق ہو یہی فرق انسانی معاشرہ میں امتحان کے حالات پیدا کرتا ہے' اگر انسانوں کے درمیان مختلف قسم کے فرق نہ ہوں تو آزمائش والے اسباب کا پیدا ہونا بھی ختم ہوجائے' اسی میں سے ایک فرق یہ بھی ہے کہ کوئی انسان پیدائشی طور پر قوی ہوتا ہے صاحب ثروت ہوتا ہے اور کوئی انسان ضعیف ونادار ہوتا ہے' اسی فرق کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ قوی آدمی زیادہ سے زیادہ مال اکٹھا کرلیتا ہے' اور ضعیف ونادار آدمی غربت وافلاس میں گھر جاتا ہے اور زیادہ مال حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر مالدار آدمی کو چاہیے کہ نادار کا تعاون کرے اور اپنے مال میں سے اس کا بھی کچھ حصہ مقرر کردے' اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ بلاتخصیص ملت ومذہب جو شخص لوگوں کے کام آئے وہ لوگوں کی نظر میں ان کا محبوب ہوجاتا ہے۔ لوگوں کا دل اس کی طرف مائل ہوجاتا ہے (بقیہ صفحہ ۴۴ پر)